(انصاری صاحب کے خط نمبر 1 کا جواب)

محترم انصاری صاحب ...... آداب وتسلیم

آپ کو اس سے پیشتر ایک استفساری مراسلہ ارسال کیا تھا جس میں آپ سے پوچھا گیا تھا کہ......

کیا لغت اور قوائد کی کتب پہلے آئیں تھی یا تفسیر قرآن اور تفہیم اسلام پر لکھی گئی کتب ؟

اگر اس مراسلہ کا جواب مل جاتا تو شائد ہم کو اتنی لمبی بحث میں ہی نہ پڑنا پڑتا۔ اس لئے کہ اپ کی تمام تر بحث مفہوم پر مبنی نہیں ہے بلکہ چند الفاظ کے لغوی معنی اور صرف ونحو کے تحت ہے۔ خیر آپ نے جواب نہ دیا آپ کی مرضی۔ لیکن مجھے اندازہ تھا کہ آپ کیا فرمائیں گے چناچہ آپکے جواب کا مزید انتظار کئے بغیر تمام خطوط کے یکے بعد دیگرے جوابات حاضر خدمت کروں گا۔ کیونکہ میں اپنے قاری کے ذھن میں کسی شک کی گنجائش نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اس کے لئے بلاوجہ کی طوالت سے اجتناب نہیں کر سکوں گا کیونکہ لغوی ، صرفی اورنحوی بحث جس سے قاری کا کوئی تعلق نہیں مجبوراً کرنی پڑے گی۔

جناب انصاری صاحب آپکے پہلے خط میں فعل لازم اور متعدی کی بحث کو چھیڑا گیا ہے۔عرض ہے کہ اصولاً فعل لازم وہ فعل ہے جس کا اثر خود فائل پر ہوتا ہے اور فعل متعدی وہ فعل ہے جس میں مفعول پر اثر ہوتا ہے۔ آیئے اب آپ کے ہی مفہوم کے مطابق ”انسان خودکوکسی چیز سے روک رہا ہے اور مرکب ہے“

فَلْيَصُمْهُ = ف حرف تاکید يَصُمْ فعل واحد مذکر غائب مضارع ”ہ“ ضمیر مفعولی حالت متسل۔محترم کیا اس مرکب میں فعل کا اثر کسی ضمیر پر ہو رہا ہے یا نہیں ؟ جب بھی کسی فعل کے ساتھ کوئی ضمیر متسل آتی ہے تو وہ مفعولی حالت میں ہوتی ہے۔جس کا مطلب ہے وہ فعل لازم نہیں ہوتا بلکہ متعدی ہوتا ہے۔ مثلاً......

اَكَلَ = اس نے کھایا یہ لازم کے معنی دیگا لیکن جب یہ کہا جائے کہ اس نے روٹی کھائی تو فعل متعدی کے معنی میں آئے گا یعنی اب ...... اَكَلَ خُبْزاً میں خبز یعنی روٹی پر اکل کھانے کا اثر ہو رہا ہے۔لیکن اگر خُبْز کی جگہ ضمیر لائی جائے تو اَكَلَهَا بولا جائے گا اور فعل

کے ساتھ ھا کی ضمیر متسل ہوگی یعنی فعل کے ساتھ جب فعل متسل آئے تو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فعل اب لازم نہیں متعدی ہوگیا۔

فَلْيَصُمْهُ کا اب ترجمہ آپ کر کے بتایئے اور واضح کیجئے کہ ضمیر متسل جو مفعولی حالت میں ہے اس پر فعل اثر انداز ہو رہا ہے یا نہیں ؟ دیکھئے لفاظی میں انسان دن کو رات اور رات کو دن ثابت کر سکتا ہے لیکن جب اصول کی بات ہو تو اس وقت دھاندلی نہیں چلتی۔

چلئے ایک لمحہ کے لئے آپ کی بات مان بھی لیتے ہیں کہ فعل صوم لازم ہے اور جس کے معنی انسان کے خود رکنے کے ہیں اور کسی کو روکنا نہیں تو حضور کھانے پینے سے رکنا کہاں سے آ گیا۔ کیا آپ کو دنیا میں کوئی برائی نظر نہیں آئی جس سے انسان کو رکنا چاہیے ۔ خدارا مسلمانوں کو مزید بھوک کے عذاب میں مبتلا مت رکھئے وہ پہلے ہی 1200 سال سے برائیوں سے رکنے کی بجائے بھوکے رہ رہے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ان کو کھانے سے روکنے کی بجائے برائی سے رکنے کی ترغیب دیجئے۔

مضحکہ خیز بات ہے کہ آپ صوم کو فعل لازم کہتے ہیں لیکن ہر شخص پر زبردستی بھوک پیاس کو تھوپ کر بھی فعل کو متعدی نہیں کہتے۔ اگر فعل متعدی نہیں ہے تو آپ کے وعظ و نصیحت کہ روزہ رکھو کس معنی میں آئے گا۔ لازم یا متعدی..................؟ کچھ تو خیال کیجئے۔ خدارا بھوکا رہنا چاہتے ہیں تو خوشی سے رہئے لیکن دوسروں کو اس عذاب میں کیوں مبتلا کر رہے ہیں۔

''صوم ان عملی اقدامات کا نام ہے جن سے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے'' میرے جملے کو نقل فرما کر آپنے لکھا ہے'' یہ معنی کہاں سے آ گئے؟ صوم کے معنی تو کسی کام سے رک جانا تھا جو کہ منفی NEGATIVE پہلو پر دلالت کرتا ہے جبکہ عملی اقدام ایک مثبت POSITIVE پہلو ہے۔''

مزید گوہرفشانی فرماتے ہوئے آپ لکھتے ہیں ''صوم واحد پر دلالت کرتا ہے جبکہ اقدامات جمع پر۔'' دیکھئے میں آپ کو چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ جب یہ کہا جائے ''حکومت کرو'' تو حکومت کا لفظ تو واحد ہی ہے۔''بھلائی کرنا اچھی بات ہے'' تو لفظ بھلائی تو واحد ہی

ہے۔"برائی کو روکو" تو لفظ برائی تو واحد ہی ہے۔لیکن جب آپ اسے کھولتے ہیں تو حکومت نام ہے لوگوں کی تکالیف دور کرنے کا ، انہیں سہولتیں فراہم کرنے کا ،عوام کو حقوق دلانے کا لیکن آپ کی فہم کے مطابق سوال اٹھے گا کہ یہ اتنے سارے کام حکومت میں کیسے آ گئے حکومت تو واحد ہے۔ اسی طرح بھلائی کرنے کو جب کھولا جائے گا تو ہزار ہا اقسام اور طریقوں سے انسان بھلائی کرے گا آپ پھر سوال کریں گے یہ تو واحد کا صیغہ ہے جمع کے معنی کہاں سے آ گئے ۔لیکن کیونکہ دماغ میں تو بھوک پیاس ہی ہے اس لئے آپ کو کیا سمجھ آئے گا کیونکہ بھوکا رہ کر انسان کا دماغ کام نہیں کرتا ۔

اسی خط میں آپ میری ایک اور عبارت نقل کرتے ہیں...... "فلیصمه میں دونوں ہی باتیں آجاتی ہیں دونوں ہی معنی پائے جاتے ہیں۔ روکیں گے صاحب اختیار اور اقتدار اور رکیں گے افراد" آگے آپ سوال کرتے ہیں کہ "یہ فعل لازم ہے دونوں معنی کیسے دے رہا ہے ۔"

یہ آپ کے سوال کی تکرار ہے جس کا جواب اوپر دے چکا ہوں لیکن آپ کے مکرر سوال پر دوبارہ جواب حاضر ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح آپ خود فاقہ زدہ رہنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ساری دنیا کو فاقہ مستی کرانے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔آپ صوم کے تحت خود فاقہ کرنا کافی نہیں سمجھتے اور دوسروں پر بھی اس کو تھوپنا عین عبادت سمجھتے ہیں تو جناب اسی طرح ہم بھی لوگوں کو برائی سے روکنا عین عبادت سمجھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا ہے" آرٹیکل تو محض ردی کی ٹوکری میں جائے گا" آپ بے فکر رہئے آپ کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میرا آرٹیکل تو شائد ردی کی ٹوکری میں نہیں جائے گا البتہ آپ کے ان مفاہیم کی وجہ سے مسلم امہ 1200 سال سے ردی ضرور ہوئی پڑی ہے۔

اس امت کو 1200 سال سے بھوک اور پیاس کو اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بتا بتا کر انسیا Brain wash کر دیا ہے کہ بے چاری بھلائی کے کسی کام کی طرف آتی ہی نہیں اور یہ افیون کا وہ ٹیکہ ہے جسے لگا لگا کر مسلم امت کو کسی اصلاحی اور فلاحی کام کے لائق رکھا ہی نہیں۔ بے چارے سارا سارا دن اللہ کو راضی کرنے کے لئے نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔

سال کے 30 دن فاقہ مستی میں گزرتے ہیں جو کچھ عمر بھر کی کمائی سے بچتا ہے تو وہ تیرتھ یاترا میں عربوں پر لٹا آتے ہیں جو آگے غیر مسلم ممالک کے حوالے کر دیتے ہیں یا پھر اپنی عیاشیوں پر لٹا دیتے ہیں۔ خدارا کچھ تو سوچیئے یہ کیا اعمال ہیں جو امت کو اصلاحی کاموں سے روکتے ہیں اور برائی کی کھلی چھٹی دیتے ہیں۔

آپ کا پورا خط صرف ایک لفظ کی بحث کے گرد گھوم رہا ہے کہ صوم لازم ہے یا متعدی ۔ عجیب بات ہے کہ دقیانوسی علماء قدیم عربی کو عربی مبین کہتے نہیں تھکتے لیکن اس کے ذریعے اصول و پیمانوں کی کتاب کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور نہ ہی ان کو جب سے تفاسیر حدیث اور فقہ وغیرہ نمودار ہوئی ہیں جن کے مؤجد سب کے ایرانی تھے ان کی اسلام دشمنی نظر نہیں آتی۔

دیکھئے آپ کسی شخص سے ایک مرتبہ اٹھک بیٹھک کرنے کو کہیں، تو وہ آپ کے گلے پڑ جائے گا۔لیکن یہی حرکت مسلمانوں سے اللہ کے نام پر اور قرآن کے غلط تراجم کی بنیاد پر اسلام دشمن 1200 سال سے دن میں پچاس مرتبہ کر وارہے ہیں۔ اسی طرح سال میں پورے ایک ماہ کی سزا بھوکا رکھوا کر دلواتے ہیں۔

یہ اللہ کی رحمانیت کے خلاف ہے کہ وہ انسانیت کی اتنی تذلیل کرے اور بھوکا پیاسا رکھوا کر خوش ہو۔ کچھ تو سوچیئے کہ جو چیز ہم اپنے بچوں کے لئے پسند نہیں کرتے اس لئے کہ ہماری محبت اجازت نہیں دیتی کہ ہم اپنے بچوں کو ایسی تکلیف دہ آزمائش میں ڈال کر ان کی اطاعت کا امتحان لیں تو خالق کائنات کیونکر اپنی مخلوق کو ایسی تکلیف میں ڈالے گا تو کیونکر اللہ اپنے بندوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر اور اٹھک بیٹھک کروا کر خوش ہوتا ہو گا۔

یہ غیر مسلم اس وقت کی دشمنی نکال رہے ہیں جب مسلمانوں نے ان پر غلبہ حاصل کیا تھا۔ وہ اس وقت طاقت کے ذریعے تو بدلا نہ لے سکے مگر انہوں نے اسلام کا حلیہ ہی بگاڑ دیا اور قرآن کی وہ تفسیر دی جس سے مسلمان قوم سوائے دوسروں پر کفر کے فتوے لگانے کے کچھ نہیں کرسکتی اور اس تفسیر اور تراجم کو ذھنوں میں اس طرح ٹھوک ٹھوک کر بٹھا دیا ہے کہ کوئی سمجھ بھی جائے تو ڈر کے مارے چھوڑنے کو تیار نہیں۔

میں آپکے جملے کو نقل کرتا ہوں۔ ”میں سالانہ ایک ماہ کے مخصوص صوم مراد لیتا ہوں۔ اور آپ ان سے حصول علم معاشرے کی ہمواری اور ترقی مراد لیتے ہیں“ اس نتیجے کا بہت بہت شکریہ۔ اب آپ مقصد نزول قرآن کو سامنے رکھ کر کسی سے بھی پوچھ لیجئے کہ ایک ماہ بھوکا پیاسا رہنا مطلوب ہے یا علم کا حصول، معاشرے کی ہمواری اور ترقی کی جدوجہد؟ اگر ہر انسان اور آپ کا ضمیر بھی یہی کہے کہ علم کا حصول ، معاشرے کی ہمواری اور ترقی کی جدوجہد پسند ہے بلکہ یہی مطلوب ہے تو سوچئے کس طرح خالق کو پنی مخلوق کو بھوکا پیاسا رکھنا پسند ہوگا۔

اگر صوم کا مطلب حصول علم معاشرے کی ہمواری اور ترقی سمجھ آجاتی تو آج مسلم امت تمام اقوام عالم کی سرداری کر رہی ہوتی۔

شکریہ

(انصاری صاحب کے خط نمبر 2 کا جواب)

محترم انصاری صاحب...... آداب وتسلیم

آپ نے دوسرے خط کی ابتداء لفظ تقویٰ سے کی ہے یہ بتانے کے بعد کہ میں نے عرض کیا ہے'' صوم سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے جو روزے سے قطعاً حاصل نہیں ہوتا''۔آپ نے بجائے یہ ثابت کرنے کے کہ بھوک پیاس کے روزے سے تقویٰ کس طرح پیدا ہوتا ہے آپ خاموشی سے آگے نکل گئے ۔ میں نے تو آپ کو قرآن سے بتایا تھا کہ متقی کی کیا کیا صفات ہوتی ہیں۔ آپ کو چاہیئے تھا کہ آپ ثابت کرتے کہ دیکھو بھوک پیاس کے روزہ سے بھی یہ تمام صفات پیدا ہوتی ہیں۔مگر آپ پھر اسی بحث میں پڑ گئے کہ مادہ ''و ق ی'' فعل لازم ہے متعدی نہیں۔ آپ نے حد کر دی کہ'' و ق ی'' جس کو تمام لغات ''متعدی'' کے معنوں میں لے رہی ہیں کو''لازم'' قرار دیا۔آپ کے لئے ''المنجد'' سے ہی حوالہ پیش خدمت ہے۔ وقی : وَقَی یَقِی وَقَایَۃً و وَقْیاً و وَاقِیَۃً فلاناً ، صَانہ وستر عَن الاذی، تقول '' وقاہُ اللہ اسوء ومن السوء شائد کہ بہت سے اردو سمجھنے والے عربی لغت کو نہ سمجھے ہوں اس لئے فیروز اللغات سے بھی نقل کئے دیتا ہوں۔وقی یعنی وقایۃ و وَقْیاً و وَاقِیَۃً ...... ہ و ھ : بچانا۔

اس کے بعد آپ اپنے خط میں ایک ایسے شخص کی مثال دیتے ہیں جو بے چارہ ڈر کے مارے بھوکا پیاسا رہنا بھی قبول کر لیتا ہے اس لئے کہ مولوی صاحب نے اسے بڑے سبز باغ دکھائے ہیں اور چھوڑنے پر اسے خدا کے کوڑے کی سزا کی بھی وعید سنائی ہے وہ اس لئے نہیں روزے رکھ رہا کہ وہ متقی ہے بلکہ آپ نے تقوی کے معنی '' ڈر'' کر کے اس کی جان نکالی ہوئی ہے۔ اس بے چارے کو معلوم نہیں کہ خود ساختہ علماء حضرات ''تکذیب علی اللہ'' اللہ پر جھوٹ کے مرتکب ہو رہے ہیں جو اسے ہر سال ایک ماہ بھوکا پیاسا رہنے کی سزا دیتے ہیں۔

پھر آپ نے اسی حوالے سے سوال کیا ہے کہ ایک شخص نہاتے ہوئے کیوں پانی نہیں پیتا حالانکہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا ۔ اس کا جواب بہت سادہ ہے۔ وہ اس لئے نہیں پانی پی

رہا کہ وہ کوئی بات سمجھ کر روزہ نہیں رکھ رہا بلکہ وہ بے چارہ تو آپ لوگوں کے کہنے پر رکھ رہا ہے وہ اللہ کے نام پر ایسا کام کر رہا ہے جو یقیناً عذاب الٰہی ہے۔ یاد رکھئے اللہ کی نعمت سے منھ موڑنا یا مڑوانا اللہ کی معصیت ہے اور اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ آپ اس کی گردن میں وہ طوق ڈال رہے ہیں جو ہر مذہب میں ہوتا ہے اور جس سے چھٹکارا دلانے کے لئے ہی انبیاء کرام تشریف لاتے ہیں۔ یاد رکھئے جس دن اس روزے دار کو معلوم ہوگیا کہ روزہ اللہ کا حکم نہی بلکہ آپ کی صناعی ہے تو جو وہ کرے گا آپ اس کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے اور وہ دن دور نہیں.........................

آپ نے آیت نقل کی ہے ......"**بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه**...... بلکہ ایسی چیز کو جھٹلانے لگے جسکو ہنوز اپنے علمی احاطے میں نہیں لا سکے۔" جناب یہ آیت تو پوری کی پوری ملائیت کی تاریخ ہے۔ اس لئے کہ ...... جب بھی کوئی چیز گڑبڑ نظر آتی ہے جس کا احاطہ آپ جدید علم نہ ہونے کی وجہ سے نہ کرسکے اسی کو اجتہاد اور اجماع سے بدل دیتے ہیں یعنی پہلوں کی سمجھ کی تکذیب اگلے کرتے ہیں۔ خدا معلوم پہلوں نے کس کس آیت کی تکذیب کی ہو۔ جو سمجھ میں نہ آئی انہوں نے اس کے لئے اجتہاد اور اجماع کر لیا۔ آج آپ کی سمجھ میں اگر نہیں آرہا تو آپ اجتہاد اور اجماع کیا سہارا لیکر فہم کو بدل دیتے ہیں۔

آپ 1200 سال پرنے دقیانوسی مفاہیم کو جھوٹی احادیث کے نام پر مسلمانوں پر تھوپتے چلے آرہے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ جس کسی تفسیر کی بھی دھوم مچاتے ہیں اس میں ہر آیت کے نیچے متضاد ، متفرق حدیثیں لکھی ہوتی ہیں۔ جن کے متعلق سندھ ساگر اکیڈمی کے جناب عزیز اللہ بوھیوں جو کہ عبید اللہ سندھی کے مدرسے سے منسلک ہیں فرماتے ہیں......

"اگر علم حدیث قرآن کی تفسیر ہے تو دکھایا جائے اور دنیا والوں کو بتایا جائے کہ سارے ذخیرہ علم حدیث میں رسول علیہ السلام نے قرآن کی کون کون سی سورتوں اور کونسی آیتوں کو پڑھ کر انکی تفسیر کی ہے، جو متن قرآن اور آیت قرآن کو سمجھاتی ہوں اور اس کی تفسیر کرتی ہو۔"

بحوالہ قرآن فہمی کے خلاف سازش صفحہ نمبر 26

آپ ابن جریر طبری کی تفسیر اٹھا کر دیکھ لیجئے جو تفاسیر میں سب سے پہلی اور سب سے مستند سمجھی جاتی ہے۔ حرام ہے کہ آپ اسے پڑھنے کے بعد کہہ سکیں کہ کسی ایک آیت کا بھی معنی یا مفہوم حتمی طور پر معلوم ہو گیا ہے۔

آیئے کچھ ماضی قریب کی ہی بات ہو جائے کل تک آپ لاؤڈ اسپیکر کو حرام کہتے تھے بلکہ ابھی بھی چند فرقوں میں ممنوع ہے۔ تصویر کھچوانا ممنوع بلکہ حرام سمجھا جاتا ہے لیکن خود حج کے لئے تصویر، شناختی کارڈ کے لئے تصویر کھچواتے ہیں۔

خدا جانے یہ کس کی شریعت ہے یقیناً یہ اللہ کی دی ہوئی تو نہ تھی کہ اسے معلوم ہی نہ تھا کہ کسی زمانے میں تصویر کے بغیر انسان کوئی کام کر ہی نہیں سکے گا۔ اس لئے آپ خوش فہمی میں نہ رہیئے کہ آپ جدید تعلیم یافتہ طبقے کو اپنے فتوؤں سے متاثر کر سکیں گے ابھی تو ابتداء ہے۔ آپ کے بھوک پیاس کا روزہ تو اسی دنیا کے بہت سے ممالک میں ممکن نہیں۔ کیونکہ آپ نے قرآن کو زمان و مکان سے آزاد نہیں کیا بلکہ اس کو عرب کے صحرائی تمدن میں ہی مقید کیا ہوا ہے جس پر آپ نے یہودی اور مجوسی روایات و عملیات کی آمیزش کی ہوئی ہے اس لئے کہ آپ اللہ کو بھی علیم وخبیر نہیں جانتے۔

کیا الہ کو نہیں معلوم تھا کہ آپ کی نماز اور روزہ اسی دنیا کے بہت سے علاقوں میں ممکن نہ ہوگا۔ لیکن آپ کو اس بات کی کیا پرواہ کہ دنیا آپ کے متعلق کیا کہتی ہے اور کیا سوچتی ہے آپ کو تو اپنے گرد ایک حلقہ مقلدین چاہیئے وہ آپ کو مل جاتا ہے۔ آپ کو کیا پرواہ کہ آپ کے ترجمے سے قرآن کی کتنی عزت افزائی ہوتی ہے۔ ذرا اپنے گھروندے سے نکل کر اپنے تراجم پر محققین کی تنقید کا سامنا کیجئے اور بتایئے کہ نماز اور روزہ اس دنیا کے قطب شمالی اور قطب جنوبی کے علاقوں میں کس طرح ادا کیا جائے گا۔ آج انسان خلا میں پہنچ گیا ہے وہاں کس طرح یہ ارکان ادا کرے گا۔

اس خط کے آخیر میں صرف ایک سوال ہے کہ مجھے قرآن سے متقی کی تعریف بتا دیجئے اور یہ بھی کہ کسی انسان میں متقی کی صفات کس طرح پیدا ہونگی اور ثابت کر دیجئے کہ وہ صفات روزے سے کس طرح حاصل ہوجاتی ہیں۔

شکریہ

(انصاری صاحب کے خط نمبر 3 کا جواب)

محترم انصاری صاحب...... آداب وتسلیم

آپ کے تیسرے خط کا جواب بھی حاضر خدمت ہے آپ نے تیسرے خط میں لفظ **معدودات** پر بحث کی ہے حالانکہ میں نے **"ایاما معدودات"** کے متعلق لکھا ہے آپ کی یاداشت کے لئے صفحہ نمبر 24 پر ایاما معدودات کو بطور اصطلاح بیان کرتے ہوئے عرض کیا ہے......

" یہ اصطلاح قرآن میں کل چار جگہ وارد ہوئی ہے۔ دو جگہ یہودیوں کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے یہودی لوگوں کا خیال تھا کہ ان کو صرف ایاما معدودات میں ہی سزا سے دوچار ہونا پڑے گا جب کہ ایک جگہ مسلمانوں سے کہا گیا کہ تم ان ایام میں اللہ کے احکامات کی کثرت سے یاد دھانی کراؤ۔"

خدارا آپ کیوں لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں میں نے اس اصطلاح یعنی"ایاما معدودات "کے متعلق عرض کیا ہے ، جبکہ آپ ایاماً معدودات کی بجائے لفظ معدودات کو زیر بحث لائے ہیں۔ یہ بات تو ایسی ہے جیسے کہا جائے" برے آدمی کو سزا ملنی چاہیئے" اور آپ بجائے برے آدمی کے ہر آدمی کو سزا وار ٹھہرا دیں۔ معدودات کا آپ جو مرضی آئے ترجمہ کیجئے میں تو ایاما معدودات جو قرآن کی ایک اصطلاح ہے کے متعلق بات کر رہا ہوں۔ حقیقت صوم میں نے عرض کیا ہے......

"تمام آیات کا سیاق وسباق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ "ایاما معدودات" وہ دور ہے جب غلط روش پر چلنے والوں کو سزا سنائی جاتی ہے اور اہل ایمان کو خوشحالی نصیب ہوتی ہے جس میں وہ احکامات الٰہی کو متشکل کرتے ہیں۔ آگے فرمایا جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ دوسرے ایام میں اپنی استعداد حاصل کرے لفظ "عدۃ" کا مادہ"ع د د" ہے جس کے معنی تعداد کے بھی ہیں اور تیاری کے بھی کیونکہ اوپر سے ایک

تربیت کی بات ہو رہی ہے اور استعداد حاصل کرنے کی بات ہو رہی ہے اس لئے کہا گیا کہ جو بیمار ہے (خواہ علمی یا جسمانی) یا سفر پر ہے (خواہ نظریاتی یا زمینی) وہ دوسرے ایام میں استعداد حاصل کرے۔

'استعداد حاصل کرنے کے ایام' یعنی صیام وہ ایام ہیں جن میں اصلاح معاشرہ کی تیاری کی جاتی ہے۔ چناچہ معدودات وہ ایام ہیں جب کفار کو ان کے کیئے کی سزا ملتی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی مومن کسی وجہ سے غلطی کرتا ہے تو اسے اس کے ازالہ کے لئے کوئی استعداد حاصل کرنی ہے۔ جس کی اسے تیاری کرنی ہے۔"

اس پیرا گراف میں دیکھ لیجئے میں نے عدۃ کے بنیادی حروف بتائے ہیں اور صاف لکھا ہے کہ دونوں معنی یعنی گنتی اور تیاری ہوتے ہیں۔"عِدۃ" میں ع کے نیچے زیر کے ساتھ گنتی کے معنی ہوتے ہیں اور عُدہ میں ع کے اوپر پیش کے ساتھ تیاری کے معنی ہوتے ہیں خوب غور سے دیکھ لیجئے کہ میں نے "ع د د" کی ع پر نہ تو زیر ڈالی ہے اور نہ ہی پیش۔ جہاں تک لفظ "تعداد" کا تعلق ہے تو حضور جب آپ کسی لفظ کا معنی یا مفہوم بیان کرتے ہیں تو ہزار ہا الفاظ استعمال کرتے ہیں تا کہ قاری اسکے مفہوم کو بہتر سے بہتر طریق پر سمجھ سکے۔

آپ قرآن کا کوئی بھی ترجمہ اٹھا کر دیکھ لیجئے فعدۃ من ایام اخر کا ترجمہ "پس دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرو" لکھا ہوا ملے گا اگر میں کٹ حجتی پر اتر آؤں اور بحث برائے بحث کرنا چاہوں تو پوچھ سکتا ہوں کہ لفظ "پوری" کا اضافہ کس بنیاد پر کیا جاتا ہے؟ یا یہ کہ یہ کس عربی لفظ کا ترجمہ ہے؟ لیکن میں ایسا نہیں کروں گا اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں الفاظ کے ترجمہ کو صحیح معنی پہنانے اور مقصد بیان کرنے کے لئے بہت سے الفاظ استعمال کرنے پڑتے ہیں اور یہی بات میں نے عدۃ کے مفہوم کو سمجھانے کے لئے استعمال کی ہے۔ لیکن کیونکہ آپ بجائے مقصد کے تحت ترجمہ دیکھنے کے الفاظ کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ حضور "ع د د" کے معنی ع کی

زیر کے ساتھ گنتی اور ع پر پیش کے ساتھ تیاری کے ہوتے ہیں۔

آیئے اب آپ کے بیان کردہ مفہوم پر غور کر لیتے ہیں۔ آپ نے گنتی پوری کرنی ہے شوق سے کیجئے لیکن کس مقصد کے لئے جس کے کیلئے آپ گنتی پوری کروا رہے ہیں وہ تو ہے فاقہ مستی۔ ذرا پہلے فاقہ مستی کو تو قرآن سے ثابت کیجئے اور بتایئے کہ صوم کے معنی بھوکا پیاسا رہنا کیسے ہے؟ اس بھوکے رہنے سے کیا وہ مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں جو قرآن نے صوم کے بیان کئے ہیں۔ اگر تو بھوکے پیاسے رہنے سے انسان ......

۱۔ متقی بن سکتا ہے...... لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ

۲۔ انسانیت کے لئے آسانیاں پیدا کرسکتا ہے اور مشکلات دور کر سکتا ہے......
یُرِیْدُاللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ

۳۔ اللہ کی کبریائی قائم کر سکتا ہے ...... وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَاهَدٰکُمْ

۴۔ اور 1200 سال میں کس روزہ دار سے پوچھا گیا تمہار رب کہاں ہے...... وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْب

وغیرہ وغیرہ تو چلئے آپ الفاظ پر بھی بحث کر لیجئے اور بتایئے کہ یہ صوم کے ایام کیا ہیں؟ پورا کرنے سے کیا مراد ہے ایاما معدودات سے کیا مراد ہے۔ جس چیز کی بنیاد کو ہی آپ ثابت نہیں کر پارہے تو آپ میرے قلم سے لکھے الفاظ کو اچک کر اس قرآنی مقصد کو کیوں تہہ وبالا کرنا چاہتے ہیں جس کے لئے صوم کروایا جا رہا ہے۔

میں آپ سے صرف ایک استدعا کرتا ہوں کہ پہلے آپ صوم کو بھوک پیاس کا روزہ ثابت کر دیجئے اور حقیقت صوم میں بھوک پیاس کے روزے پر جو اعتراضات ہیں ان کے جوابات دے دیجئے اس کے بعد ہر ہر استدلال پر بات ہو جائے گی۔

شکریہ

(انصاری صاحب کے خط نمبر 4 کا جواب)

محترم انصاری صاحب ...... آداب وتسلیم

لیجئے آپ کے خط نمبر 4 کا جواب حاضر ہے۔ ویسے تو آپ نے ہر خط میں مضمون سے متعلق مفہوم پر تنقید کرنے کی بجائے الفاظ پر سارا زور صرف کر دیا ہے۔ اور جو اصل مقصد ہے کہ روزہ سے مراد فاقہ مستی ہے یا معاشرہ کی اصلاح (یعنی انسانوں کو پرہیزگار بنا کر لوگوں کے لئے ایک جنت نظیر معاشرہ قائم کرنا) اس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اس خط میں بھی ایک لفظ "یطیقونہ" پر تمام بحث ختم کر دی جس کا لب لباب یہ ہے کہ طاقت کے معنی ہیں "کسی کام کو بہ مشکل تمام کرنے کی طاقت" ۔ آیئے کچھ مستند علماء کے حوالوں سے استفادہ کرتے ہیں۔

۱۔ جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں انکے ذمہ فدیہ ہے کہ ایک غریب کو کھانا کھلا دینا یا دے دینا۔ (مولانا اشرف علی تھانوی)

۲۔ اور جس کو طاقت ہے روزے کی ان کے ذمہ بدلہ ہے ایک فقیر کا کھانا (شیخ الہند مولانا محمود الحسن)

۳۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو فدیہ دین ایک روزے کا۔ فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ (مولانا ابوالاعلی مودودی)

۴۔ ان لوگوں پر جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں بدلا دینا ہے ایک محتاج کی خوراک کا (سرسید احمد خان)

۵۔ اور جو لوگ ایک مسکین کو کھانا کھلا سکیں ان پر ایک روزہ کا بدلہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ (امین احسن اصلاحی)

آیئے امین احسن اصلاحی صاحب کی تشریح بھی دیکھ لیں تاکہ مجھے جواب دینے کی ضرورت ہی نہ پڑے اور وہ طوق جو مذہبی پیشواؤں نے اس امت کی گردن میں ڈال رکھا ہے، اس کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے ۔ اصلاحی صاحب فرماتے ہیں......

" وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین " کا مطلب عام طور پر لوگوں نے یہ لیا ہے کہ شروع شروع میں جب روزوں کا حکم نازل ہوا تو چونکہ عرب اس سخت عبادت کے عادی نہ تھے اس وجہ سے ان کی آسانی کے لئے یہ گنجائش رکھی گئی کہ جو شخص روزہ رکھنے کی قدرت کے باوجود روزہ نہ رکھنا چاہے وہ ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے بعد میں یہ اجازت منسوخ کر دی گی لیکن یہ تاویل کسی طرح بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی۔

اول تو روزے کی فرضیت کیا ہوئی جب کہ اس بات کی کھلی اجازت موجود تھی کہ کوئی شخص چاہے تو روزہ رکھے نہ چاہے تو نہ رکھے اس کی جگہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ اگر روزے کے ابتدائی حکم کی نوعیت یہ تھی تو " کتب علیکم الصیام " تم پر روزے فرض کئے گئے کا ٹکرا بالکل غیر ضروری سا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اس کی فرضیت بالکل بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے۔

دوسری یہ کہ یہ کس قدر عجیب وغریب بات ہے کہ ایک طرف تو مریض اور مسافروں کے لئے دوسرے دنوں میں اپنے قضا کئے ہوئے روزوں کی تعداد روزے رکھ کر پورے کر نے کا حکم ہو جیسا کہ "فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر " کے الفاظ سے واضح ہے۔ اور دوسری طرف یہ آزادی ہو کہ جو شخص چاہے روزے رکھے اور جو شخص چاہے مقدرت کے باوجود نہ رکھے صرف ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ مریض اور مسافر پر تو یہ پابندی ہے کہ وہ روزہ ضرور رکھے یہاں تک کہ اگر سفر یا مرض کے سبب سے متعین دنوں میں نہ رکھ سکیں تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کریں۔ حالانکہ دوسروں پر کسی حالت میں بھی روزے رکھنا ضروری نہیں۔ ایک تندرست اور مقیم بھی چاہے تو ر وزے کا بدل ایک مسکین کو کھانا کھلا کر پورا کر سکتا ہے۔

بعض لوگوں نے اس مشکل سے بچنے کے لئے یطیقونہ کے معنی یہ لئے ہیں کہ جو لوگ مشکل سے طاقت رکھتے ہیں ۔ یہ معنی لے لینے سے اوپر کے اعتراضات تو رفع ہو جاتے ہیں اور "کتب علیکم الصیام " کے ٹکڑے کا محل نکل آتا ہے لیکن اس صورت میں مذکورہ بالا اعتراضات سے بھی بڑا اعتراض اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ یطیقونہ کے معنی لغت میں ہیں

بھی یا محض اپنے ''جی سے گھڑ لئے گئے ہیں''۔ ہمارے نزدیک عربی لغت اس لفظ کے اس معنی سے بالکل خالی ہے۔ بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ باب افعال کا ایک خاصہ سلب ماخذ بھی ہے۔ اس وجہ سے طاقت کے معنی طاقت نہ رکھنے کے بھی آسکتے ہیں۔ ہمیں اس بات سے تو انکار نہیں کہ باب افعال کے خواص میں سلب ماخذ بھی ہے لیکن خاصیت ابواب کا معاملہ جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں قیاسی نہیں سماعی ہے۔ اس وجہ سے اصل شئے لفظ کا استعمال ہے۔ بعض کم سواد یہ بھی لکھتے ہیں کہ ''فلان شخص فلان چیز کی طاقت رکھتا ہے'' اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس چیز کی مشکل سے طاقت رکھتا ہے یہ بات بالکل طفلانہ ہے۔

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر کہنا یہ تھا کہ ''جو لوگ روزہ رکھنے کی مشکل سے طاقت رکھتے ہیں'' تو اس کے لئے عربی زبان میں بیسیوں اسلوب اور الفاظ نہایت معلوم و مشہور ہیں جو اہل زبان استعمال کرتے ہیں۔ آخر ان کو چھوڑ کر قرآن نے ایک ایسا لفظ کیوں استعمال کیا جس کا استعمال اس معنی کے لئے کسی کو معلوم نہیں اگر ایک شخص کہتا ہے " انا اطیق حمل السلاح'' تو ہر شخص اس کا مطلب یہی سمجھے گا کہ وہ ہتھیار اٹھانے کی مشکل سے طاقت رکھتا ہے۔ اس وجہ سے مستحق ہے کہ اسے جہاد کی ذمہ داریوں سے بری رکھا جائے۔

قرآن میں بنی اسرائیل کا قول نقل ہوا ہے۔ " لا طاقة لنا الیوم بجالوت و جنوده " اس میں لائے نفی کی مطلق ضرورت نہیں تھی بلکہ اثبات کی صورت میں ان کا مطلب ادا ہو جاتا۔ (بحوالہ تدبر قرآن جلد اول)

اب مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں آپ کے خط کا جواب آپ ہی کے مکتبہ فکر کے ایک جید عالم پہلے ہی دے چکے ہیں۔

دیکھئے سوال برائے سوال کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ کو اپنے سوالات کے جوابات کا بخوبی علم تھا۔ کیونکہ یہ موقف بھی محترم امین احسن اصلاحی کا نیا نہیں ہے اور ظاہر ہے آپ تو ماشاءاللہ ان علوم کے ماہر ہیں آپ کو تو ان سب باتوں کا علم ضرور ہوگا۔

آپ نے حسب عادت ایک اور لفظ ''طعام'' کو اپنی بحث کا موضوع بنایا ہے جس کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا ہے (میرے جملے کو نقل کرتے ہوئے)

''آپ فرماتے ہیں 'طعام صرف کھانا کھلانا نہیں ہے بلکہ طعام میں انسان کی ہر ضرورت شامل ہوتی ہیں' جی نہیں "طعم" جب باب (س) سے آتا ہے تو اس کا مصدر ہوتا ہے 'طعاما' جس کا معنی کھانا ہی ہے۔ اور جب باب (ف) سے آتا ہے تو اس کا مصدر ہوتا ہے طعماً جس کے معنی آسودہ حال ہونا ہے۔''

آیئے آپکو ایک مرتبہ پھر امین احسن اصلاحی کی تدبر قرآن جس میں سورۃ الماعون کی " ولا یحض علی طعام المسکین" کی تشریح دکھاتے ہیں ۔

''یہ وہی بات منفی پہلو سے فرمائی ہے کہ بھلا جو شخص تیموں کو دھکے دے گا وہ مسکینوں کی پرورش اور ان کی خدمت و اعانت پر لوگوں کو کیا ابھارے گا'' حالانکہ امین احسن اصلاحی نے ترجمہ میں طعام کو کھانا ہی لکھا ہے ......''اور مسکینوں کو کھلانے پر نہیں ابھارتا'' اس کے باوجود جب اس کی وضاحت کی تو طعام کو صرف کھانے پر مقید نہیں کیا بلکہ پھیلا کر ''پرورش ، خدمت اور اعانت'' کو بھی شامل کیا ہے۔

بھلا خود سوچئے کہ ایک شخص جو گزر بسر کر رہا ہے اور اس کے پاس کھانے کا انتظام بھی ہے لیکن بچوں کے لئے کپڑے نہیں حاصل کر پا رہا یا اسکول نہیں بھیج پا رہا یا بیمار کا علاج نہیں کرا پا رہا تو کیا آپ اس کی کوئی خدمت نہیں کریں گے بلکہ الٹا اس کو زبر دستی کھانا کھلائیں گے کہ مجھے تو طعام کا حکم ہے اور میں تو صرف کھانا ہی کھلاؤنگا۔

شکریہ

(انصاری صاحب کے خط نمبر 5 کا جواب)

محترم انصاری صاحب ...... آداب وتسلیم

آپ نے خط نمبر 5 میں بھی ایک اور لفظ 'تَـطَـوَّعَ' پر بحث کی ہے اور پورا خط صرف لفظ تَـطَـوَّعَ کے بخیے ادھیڑنے میں صرف کر دیا۔ حضور کوئی فہم یا مقصد کی بات کیجئے۔ اگر ثابت ہی کرنا ہے تو یہ ثابت کیجئے کہ روزے کا مفہوم ''بھوکا پیاسا'' رہنا ہے۔ بہر حال آپکے خط کا جواب حاضر ہے۔

یقیناً تَطَوَّعَ باب تفعل سے ہے لیکن آپ نے بنیادی مادہ کا تو ذکر ہی نہیں کیا ورنہ بحث پھر آگے ہی نہ بڑھتی اور لوگوں کو بتانے کے لئے آپ کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا۔ اس لئے کہ ابواب مزید فیہ کے الفاظ کے معنی میں جو فرق آتا ہے وہ تو مادہ کے بنیادی معنی کی بنا پر ہی آتا ہے۔

گو کہ عام قارئین کے لئے یہ بحث بے معنی ہوگی لیکن مجبوری ہے کہ آپ کے سوالات کے جواب دینا بھی ضروری ہیں ورنہ آپ یہ نہ کہہ اٹھیں کہ لیجئے صرف ونحو سے گھبرا گئے۔ آگے کی کچھ سطور آپ کے لئے نہیں بلکہ ان قارئین کے لئے ہیں جو صرف ونحو کی باریکیوں کو نہیں سمجھتے۔ میں بہت ہی آسان انداز میں اس لفظ تَـطَـوَّعَ سے متعلق صرفی بحث کروگا تاکہ قارئین کی سمجھ میں آجائے۔ بھاری بھرکم اصطلاحات تو دوسروں کو مرعوب کرنے کے لئے ہوتیں ہیں۔ عربی زبان میں مادہ کے بنیادی حروف اپنا ایک مفہوم رکھتے ہیں مثلا ...... '' ف ت ح '' سے بننے والے الفاظ میں کھولنا ، ''ک ت ب'' سے بننے والے الفاظ میں لکھنا اور '' ف ک ر'' سے بننے والے الفاظ میں غور وفکر کا مفہوم ضرور ملے گا۔

جب ہم ''ابواب مزید فیہ'' کی بات کرتے ہیں تو بنیادی مادہ میں کچھ حروف کا معین طریقے سے اضافہ کرتے ہیں۔ اس لئے اس کو ''مزید فیہ'' کہا جاتا ہے ان اضافی حروف کی وجہ سے جو الفاظ بنتے ہیں ان میں مادہ کے اثر کو قبول کرنا ، شدت ، اہتمام باہم دگر مل کر کام کرنا ، باہم مقابلہ کرنا ، طلب اور خواہش کا اظہار وغیرہ بڑھ جاتے ہیں اور بعض دفعہ معنی ہی

بالکل الٹ جاتے ہیں۔ آیئے اب کچھ الفاظ اور ان کے مادہ کے ساتھ باب تفعل میں بنے الفاظ کے معنی دیکھ لیتے ہیں۔

۱۔ باب تفعل کا خاصہ ہے کہ تفعیل کے معنی کا اثر قبول کرتا ہے۔ مثلا قَطَّعَ کے معنی میں اس نے کاٹا تَقَطَّعَ کے معنی ہیں کٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

۲۔ باب تفعل کا دوسرا خاصہ ہے کوشش اور شدت مثلاً عَلَّمَ اس نے تعلیم حاصل کی اور تَعَلَّمَ کے معنی ہیں اس نے کوشش اور محنت سے تعلیم حاصل کی۔

۳۔ بابت تفعل کا تیسرا خاصہ ہے کام کو یکے بعد دیگرے کرنا مثلاً جَرَّعَ گھونٹ لیا اور تَجَرَّعَ کے معنی ہیں گھونٹ گھونٹ کر کے پیا۔

۴۔ باب تفعل کا چوتھا خاصہ ہے بنیادی معنی کا بالکل مخالف معنی میں بات کرنا مثلاً هَجَرَ مجرد میں نیند کا لینا لیکن باب تفعل میں اس کے معنی ہیں جاگنا۔

صرف ونحو کی بنیاد پر اب لوگ خود معنی متعین کر سکیں گے کہ تَطَوَّعَ کے معنی کیا بنتے ہیں۔ سب سے پہلے تو بنیادی مادہ کے حروف متعین کرتے ہیں جو " ط و ع " ہیں جس کے معنی میں فرمانبرداری کرنا ضرور ہوگا۔ اس مادہ سے بنے لفظ طَوَّعَ کے معنی ہوتے ہیں مطیع کرنا ، فرمانبردار بنانا ۔ اور باب تفعل میں تَطَوَّعَ کے معنی ہوتے ہیں اپنی مرضی سے اطاعت کرنا ، فرمانبردار بننا۔ (بحوالہ فیروز اللغات)

یہاں تک تو قارئین کو صرف یہ بتانے کے لئے تھا کہ انصاری صاحب کی صرف ونحو پر بحث سے پریشان نہ ہوں وہ قیامت تک فاقہ مستی کو صوم ثابت نہیں کر سکتے ۔ اب میں واپس انصاری صاحب کے خط کی طرف آتا ہوں۔

انصاری صاحب نے پوچھا تھا کہ یہ تَطَوَّعَ کے معنی کس لغت میں ہیں۔ حضرت یہ معنی تمام لغات میں موجود ہیں۔ ویسے تو آپ نے بھی عربی میں معنی صحیح ہی لکھے۔ البتہ نہ جانے اردو میں مفہوم بیان کرتے ہوئے کیوں ڈنڈی مار گئے۔

آگے آپ نے فرمایا ہے کہ " قرآن جو سرا سر خیر ہے کہیں اس کی اطاعت کا بھی ذکر ہے۔"

چلئے آپ نے ایک بات تو مان لی کہ قرآن سرا سرا خیر ہے میرے لئے لوگوں کو اس آیت کو سمجھانا اور بھی آسان ہوگیا۔

خیراً	تَطَوَّعَ	فمن
قرآن کی	اپنی مرضی سے اطاعت کی	پس جس نے

میں نے خیر کو قرآن لکھا ہے کہ آپ نے بھی قرآن کو سراسر خیر کہا ہے تو اس میں کیا غلطی ہے۔میں نے ''حقیقت صوم'' میں اطاعت مجرد اطاعت لکھا تھا چلے آئندہ ''مرضی سے'' کا اضافہ کر دونگا۔لیکن بات تو وہی رہی کہ جس نے بھی وحی الٰہی کی اطاعت اپنی مرضی سے ، خوشدلی سے ، شدت سے ، خوب محنت سے ، راضی برضا ہو کر کی (یہ تمام معنی تَطَوَّعَ کے ہونگے بوجہ باب تفعل کے) تو خود اس کے لئے خیر ہے۔

یہاں پر میں ان تمام اصحاب سے معزرت کے ساتھ عرض کر دونگا کہ مجھے اس قسم کے دقیق مسائل میں نہ الجھنے کا شوق ہے اور نہ ہی اپنے پڑھنے والے کو پھنسانا چاہتا ہوں۔ میں تو صرف اس حد تک صرف ونحو کو بتاتا ہوں جہاں تک عام لوگوں کو بتانے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی شوق رکھتا ہے تو وہ اپنا شوق ضرور پورا کرے۔لیکن لوگوں کو مرعوب کرنے کی خاطر ان کا وقت ضائع نہ کرے۔

شکریہ

(انصاری صاحب کے خط نمبر 6 کا جواب)

محترم انصاری صاحب ...... آداب وتسلیم

آپ نے خط نمبر 6 میں لفظ ' الشھر ' پر بحث کی ہے اور شھر کو مہینہ ثابت کرنے پر سارہ پر زور صرف کر دیا۔ جناب میں نے کب کہا ہے کہ شھر کے معنی مہینہ نہیں ہوتے۔ میں نے تو شھر رمضان کے معنی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 194 سے استنباط کرتے ہوئے مختلف کئے ہیں جس آیت کو آپ گول کر گئے اور اس کی جگہ ان مقامات کو لے بیٹھے جہاں میں نے کوئی کلام ہی نہیں کیا۔ البتہ اس میں بھی آپ ایک ایسی آیت نقل کر گئے جہاں سے آپ فرار حاصل نہیں کرسکیں گے۔ سورۃ توبہ کی آیت نمبر 36 کا حوالہ تو آپ دے بیٹھے اب ذرا پوری آیت کا ترجمہ اور اس کا مفہوم بھی سمجھا دیجئے۔

قرآن میں ارشاد ہے......

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (۳٦)

یقیناً مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ اس وقت سے ہے جس وقت سے آسمان و زمین کی تخلیق ہوئی اس میں سے چار حرام یا حرمت والے ہیں یہی دین القیم ہے۔ پس ان مہینوں میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا اور مشرکوں سے تم بھر پور لڑو جس طرح وہ تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ (عمومی ترجمہ)

اس عمومی ترجمہ سے معلوم ہوا......

۱۔ مہینوں کی تعداد ہمیشہ اللہ کی کتاب میں 12 رہی ہے۔

۲۔ ان مہیوں میں سے چار حرام یا حرمت والے ہیں۔

۳۔ یہی دین القیم ہے

کیا یہی تعریف ہے دین القیم کی ؟ کیا قرآن نے ہر جگہ دین القیم ان مہینوں کے

ناموں سے ہی واضح کیا ہے ؟ چلئے آپ کو نہیں معلوم تو ایک حوالہ ہم بتا دیتے ہیں باقی خود ڈھونڈ لیجئے گا اور جب دین القیم کی کوئی وضاحت معلوم ہو جائے تو اس کو سورۃ توبہ کی آیت نمبر 36 پر رکھ کر دیکھ لیں کہ یہ بارہ مہینے ہیں یا کچھ اور۔

قرآن دشمن تفاسیر کو چھوڑ کر قرآن پر محنت کیجئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ قرآن کا مقصد کیا ہے ۔ سورۃ البینہ کی آیت نمبر 5 میں ارشاد ہے ....

وَمَآ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيۡنُ الۡقَيِّمَةِ (۵)

اور ان کو تو حکم ہوا تھا کہ خالص یکسو ہو کر اللہ کے احکامات کی فرمانبرداری کریں اور اللہ کا نظام قائم کریں اور ایتاء زکوۃ کا فریضہ انجام دیں اور یہی دین القیم ہے۔

جناب عقل مند کے لئے تو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے بس ذرا اس آیت پر غور فرمالیجئے اور اس سوال کا جواب دے دیجئے کہ بارہ مہینوں میں جو دین القیم ہے اس سے کیا مراد ہے؟

شکریہ

(انصاری صاحب کے خط نمبر 7 کا جواب)

محترم انصاری صاحب ...... آداب وتسلیم

آپ نے ساتویں خط میں میرا جملہ نقل کرتے ہوئے اس سے کچھ نتائج اخذ کئے ہیں۔ میں من وعن آپ کی عبارت نقل کر رہا ہوں۔

”رمضان کا مادہ 'رم ض' ہے اس کے بھی دو معنی ہیں ایک معنی انتہائی گرمی اور محققین کا خیال ہے کہ جب عربی کیلنڈر کو اسلامی بنایا گیا تو اس ماہ کو رمضان اس لئے کہا گیا کہ یہ انتہائی سخت گرمی میں آیا تھا۔ پھر جب کیلنڈر کو سورج کی بجائے چاند کی گردش سے منسوب کیا گیا تو مہینوں کے نام تو وہی رہے البتہ کیلنڈر کا حساب چاند کی گردش کے مطابق کیا جانے لگا۔ رمضان کے دوسرے معنی تلوار کی دھار کو تیز کرنا بھی ہیں۔“

یہاں آپ نے سوال کیا ہے۔ اسلام آنے کے بعد کیلنڈر کو اسلامی بنانے کا یہ کون سا طریقہ ہے کہ اچھا خاصہ وہ سورج کی گردش سے چل رہا تھا تو پھر اسکو چاند پر لانے میں آخر کیا حکمت تھی...... آپ مزید فرماتے ہیں۔ ہاں البتہ قمری مہینوں کے نام تبدیل ہوئے تھے اور وہ بھی اسلام سے بہت پہلے اس وقت اس کیلنڈر کے نویں مہینے کا نام ناتق تھا تو اس تبدیلی کے وقت یہ مہینہ سخت گرمیوں میں آیا کرتا تھا اس لئے اس کا نام رمضان رکھ دیا گیا۔

آپ کی اس وضاحت سے معلوم ہوا۔

۱۔ قمری مہینوں کے نام تبدیل ہوئے (اور یہ اسلام سے بہت پہلے کی بات ہے)

۲۔ جب نام بدلے تو نویں مہینے کا نام ناتق تھا۔ اور کیونکہ یہ مہینہ سخت گرمیوں میں آتا تھا اس لئے ناموں کی تبدیلی کے وقت اس کا نام رمضان رکھا گیا۔

آپ کا پہلا سوال ہے کہ ......اسلام آنے کے بعد کیلنڈر کو اسلامی بنانے کا یہ کونسا طریقہ ہے کہ اچھا خاصہ سورج کی گردش سے چل رہا تھا تو پھر اس کو چاند پر لانے میں آخر کیا حکمت تھی۔

جی ہاں آپ نے بالکل صحیح سوال کیا کہ اس میں کوئی حکمت نہیں تھی کہ اچھا خاصہ سورج کی گردش سے جو کیلنڈر چل رہا تھا اور موسم کے تغیر و تبدل کے لحاظ سے مہینوں کے نام رکھے ہوئے تھے جسے جب قمری کیلنڈر میں تبدیل کیا گیا تو سارا نظام درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ اور اس پر لطیفہ یہ کہ بدلنے والے اتنے بڑے بے وقوف تھے کہ موسموں کی وجہ سے جو نام رکھے گئے تھے وہ جوں کے توں ہی رہنے دئے ۔ جس کی وجہ سے سخت گرمی میں آنے والا مہینہ '' رمضان '' اب کبھی انتہائی سردی میں آتا ہے تو کبھی انتہائی گرمی میں۔ میرا تو خیال ہے کہ اسلام کے دشمنوں نے سازشیں کر کے مسلمانوں کو ایک universal کیلنڈر سے محروم کر دیا اور یقیناً یہ کارستانی اسی وقت ہوئی ہو گی جب احادیث اور فقہ کو اسلام میں داخل کیا جا رہا تھا۔

آپ پوچھتے ہیں ...... الشمس و القمر لحسبان...... سورج اور چاند دونوں ہی سے حساب ہوسکتا ہے تو پھر آخر کیا پریشانی لاحق ہوگئی تھی اسلام کو سورج کے کیلنڈر سے ؟

اس کا جواب بھی آپ ہی دیں گے اس لئے کہ آج اسلام میں جو کیلنڈر رائج ہے اس کو کس نے ، کب ، کہاں اور کس کے لئے رائج کیا؟ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ اس کیلنڈر کی وجہ سے آپ نہ تو روزے پورے رکھ سکتے ہیں اور نہ عید کی پلاننگ کر پاتے ہیں۔ ایک ہی شہر میں دو دو تین تین عیدیں منائی جاتی ہیں اور عوام کی پریشانی آپ میڈیا پر بخوبی دیکھ چکے ہیں۔

آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ......''بات یہ ہے کہ سورج سے بھی کیلنڈر چلتا تھا۔''
بہت شکریہ کہ آپ نے تسلیم تو کیا کہ عرب میں سورج سے بھی کیلنڈر چل رہا تھا۔

آپکا دوسرا سوال تھا کہ '' ہاں البتہ قمری مہینوں کے نام تبدیل ہوئے تھے اور وہ بھی اسلام سے بہت پہلے۔ اس وقت اس کیلنڈر کے نویں مہینے کا نام ناتق تھا تو اس تبدیلی کے وقت یہ مہینہ سخت گرمی میں آیا کرتا تھا اس لئے اس کا نام رمضان رکھ دیا گیا۔''

آپ کی ان فراہم کردہ معلومات سے اندازہ ہوتا ہے۔ قمری مہینوں کے نام تبدیل

ہوئے جس میں نویں مہینے کا نام تبدیل کر کے ناتق سے رمضان (سخت گرمی) کر دیا گیا۔

ماشااللہ یہ سائنسی انکشافات آج تک کسی کو نہیں معلوم تھے کہ عرب میں ایک زمانہ ایسا بھی تھا جب قمری کیلنڈر میں نواں مہینہ سخت گرمی میں آیا کرتا تھا۔ خدا جانے چاند کی یہ گردش کب بدلی کہ اب قمری سال کا ہر مہینہ 15 سال بعد مخالف موسم میں آنے لگا ہے اور رمضان یعنی سخت گرمی کا مہینہ اب سخت سردی میں بھی آ جاتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے کہا ......

''اس تبدیلی کے وقت یہ مہینہ سخت گرمی میں آیا کرتا تھا''

اگر آپ کے اس جملے سے یہ سمجھا جائے کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ کیلنڈر کی تبدیلی کے وقت جو قمری مہینے چل رہے تھے ان میں ماہ ناتق گرمی میں آیا تھا اور اسی وجہ سے جب ناموں کی تبدیلی کی گئی تو اس کا نام رمضان رکھا گیا۔ تو چلیئے اگر آپ یہی سمجھانا چاہتے ہیں تو پھر بھی ان عربوں کی عقل کی داد دینی پڑے گی جنہوں نے قمری مہینوں کے نام موسم کی مناسبت سے رکھے تھے یہ جانتے ہوئے بھی کہ قمری مہینے ہر 15 سال بعد مخالف موسم میں آیا کریں گے۔

جناب قمری مہینوں کو موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے نام نہیں دیئے جا سکتے ۔ میں نے تو ''رمضان'' کا ذکر گرمی کے معنی کے لحاظ سے ضمناً کیا تھا لیکن آپ نے بحث برائے بحث کی خاطر جو علمی انکشافات کیئے وہ میرے لئے بھی حیرت کا باعث ہیں۔ البتہ مجھے قمری کیلنڈر کے بدلنے یا نہ بدلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

شکریہ

(انصاری صاحب کے خط نمبر 8 کا جواب)

محترم انصاری صاحب آداب وتسلیم

میں سوچا کرتا تھا کہ اس عظیم الشان کتاب کے معنی و مفاہیم کیونکر مفسرین نے بدلے لیکن آپکی بحث کی نوعیت دیکھتے ہوئے یقین آ گیا کہ 1200سال پہلے اسلام کے ساتھ کیا ہوا۔ آپ نے لفظ "شھد" کا جوحال کیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ آپ کو لفظ "شھد" واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ تو نظر آ گیا لیکن اس کا انتہائی فضول ترجمہ "پانا" اور "موجود ہونا" نظر نہ آیا جس کی بنیاد پر اس آیت کا تیہ پانچا کیا گیا اور معنی کو جسطرح مجھول اور بے مقصد بنایا گیا اس پر تو آپ کا قلم حرکت میں نہ آیا؟

جی ہاں جو بات صحیح ہے وہ صحیح ہے۔ میں نے کب کہا کے "شھد" واحد مذکر غائب ماضی کا صغیہ نہیں ہے۔ "شھد" کے معنی سمجھانے کے لئے اگر "وجد" اور "حضر" کے الفاظ استعمال کرنے میں کوئی برائی نہیں تو پھر اگر میں نے مشاھدہ کا لفظ استعمال کر لیا تو کونسی قیامت ٹوٹ پڑی۔ جب کہ "مشاھدہ" کا بنیادی مادہ بھی "ش ھ د" ہی ہے۔ جبکہ آپ کے استعمال کردہ معنی میں تو مادہ کے بنیادی حروف تک ہل گئے .... یہ کیسا انصاف ہے؟

آیئے فیروز الغات کا حوالہ پیش خدمت ہے تا کہ پڑھنے والا خود فیصلہ کر سکے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔ فیروز الغات میں "شھد" کا مادہ "ش ھ د" کے تحت لکھا ہے ش ھ د (س) : شھوداً ۔ ھ : معائنہ کرنا

دیکھئے شھد کے معنی سمجھانے کے لئے لفظ "معائنہ" استعمال کیا جس کا نہ صرف مادہ فرق ہے بلکہ مزید فیہ کے اسی باب مفاعلہ سے ہے جس سے میں نے "مشاہدہ" کا لفظ استعمال کیا تھا جس پر آپ کو اعتراض ہوا۔ دیکھئے اعتراض وہ کیجئے جس کی کچھ بنیاد ہو اور آپ کو بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ اعتراض برائے اعتراض ہی ہے۔

لیکن بحث برائے بحث کی مثال اس سے بھی بڑھ کر کیا ہوگی کہ جب آپ نے مجھ سے منسوب کر کے اپنے تین جملوں کو یوں بیان کیا۔

(i) حالت رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا.......... جو اس حالت کا مشاہدہ کرے وہ اس سے رکے۔

(ii) " " " " .... جو اس کیفیت کا مشاہدہ کرے وہ اس سے رکے۔

(iii) " " " " .... جو اس عمل کا مشاہدہ کرے وہ اس سے رکے۔

اس سے آگے آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس پر تو خدا ہی آپ کو اجر دے گا آپ فرماتے ہیں ''مطلب یہ کہ جو کوئی قرآنی حالت کا مشاہدہ کرے تو اس سے باز رہے قرآنی حالت سے دور ہوجائے یا قرآنی عمل سے دور ہوجائے۔''

حیرت کی بات ہے کہ کوئی انسان کسی کے لکھے کو اس کی زندگی میں ہی اس طرح غلط معنی پہنا کر لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ میں نے تو اس حالت، کیفیت اور عمل سے رکنے کو کہا ہے جس کو ''شہر رمضان'' کہا گیا ہے۔ آپ نے قرآن سے دوری کس جملے سے نکال لی۔ آپ نے وہی 1200 سال پرانہ اسلاف والا حربہ استعمال کیا ہے کہ قرآن کچھ کہہ رہا ہے اور آپ مطلب کچھ سمجھا رہے ہیں۔

کیا کوئی بھی شخص جس نے میرا کتابچہ پڑھا ہے یہ کہہ سکتا ہے کہ میری بات کا جو مفہوم آپ سمجھا رہے ہیں وہ وہی ہے جو میں نے کہا ہے؟ جی نہیں آپ نے یہ جملے جان بوجھ کر یا شائد اپنی علمیت کی ڈھاک بیٹھانے کے لئے لکھے ہیں۔ یہ حربہ تو ملائیت کا خاصہ ہے۔ جناب کسی بھی پڑھنے والے نے یہ مفہوم نہیں لیا اور نہ ہی میں نے وہ کہا ہے جو آپ فرما رہے ہیں۔

آپ نے مجھے دروغ گو فرمایا ہے لیکن اس پر عمل آپ خود کر رہے ہیں۔ آپ بتایئے کہ اس دورغ گوئی کی وجہ سے آپ کی کتنی عزت افزائی ہوئی ہوگی۔

شکریہ

(انصاری صاحب کے خط نمبر 9 کا جواب)

محترم انصاری صاحب   آداب وتسلیم

آپ نے اپنے پچھلے خطوط کی طرح اس خط میں بھی لفظ "اَکَــلَ" کی بحث کی ہے۔
آپ نے مختلف الفاظ پر بحث کرنے میں بارہ صفحات تو کالے کئے لیکن "مقصد صوم" یا "بھوک پیاس" کو ثابت کرنے میں ایک لفظ بھی نہ لکھ سکے۔ آپ نے اس خط میں چند آیات کا حوالہ دے کر ان میں "کــلــوا" کے معنی علم حاصل کرو فٹ کر کے من مانی تاویل کے ذریعے اپنی طرف سے مذاق کی کوشش کی ہے۔
2/57 کا حوالہ دے کر من وسلوی کے حوالے سے "کلوا" کے معنی پوچھے ہیں۔ 2/172 میں رزق طیب کے حوالے سے پوچھا ہے۔
77/43 کے حوالے سے بھی آپ نے طنز کیا ہے۔ 7/31 کے حوالے سے آپ نے استہزائی انداز اختیار کیا ہے۔
آپ کی پیش کردہ پہلی آیت ......سورۃ البقرہ کی آیت 57 جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے......

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰىؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

جناب اس آیت کے حوالے سے تو بات معجزات تک جا پہنچے گی۔ فی الحال آپ کے لئے صرف اتنا عرض ہے کہ اگر تو 'من و سلویٰ' کوئی معجزاتی کھانا تھا جو اللہ تعالی کی طرف سے آسمان سے اترتا تھا تو یقیناً "کــلــوا" کے معنی کھانا ہی ہونگے اور وہ طیب ہی طیب ہوگا۔ مگر پھر ساتھ ہی خود اللہ تعالی کا یہ ارشاد کہ...... " كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ" کا مقصد کیا ہے؟ ذرا غور کیجئے آپکے فہم کے مطابق......"اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی چیز 'مـــن و سلـویٰ' کھانے کو مل رہی تھی" تو اس 'من و سلـویٰ' میں سے کونسی چیز غیر طیب ہوگی جسکے لئے آگے یہ حکم دیا جارہا ہے کہ " جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے اس میں سے طیب کھاؤ"۔ اس کا مطلب ہے کہ جو آپ نے سوچ رکھا ہے بات وہ نہیں ہے۔ اس موضوع پر مزید بحث " معجزات موسیٰ " کے عنوان سے میری کتاب میں کی جاچکی ہے ۔ کتاب عنقریب ویب سائٹ پر بھی دستیاب ہوگی۔
سورۃ البقرہ آیت نمبر 172 کے حوالے سے جس طرح آپ نے سوال کیا ہے وہ ہماری تفاسیر اور تراجم کا مثالی انداز ہے۔ یعنی نہ آگے دیکھنا نہ پیچھے دیکھنا کہ یہ تمثیل ہے یا

کہ تشبیہ۔ آیت کو اپنے محل سے اچک کر جو دل کرے مفہوم گھڑ دینا۔ آیئے اس آیت کا ذرا سیاق و سباق کے ساتھ مطالع کرتے ہیں۔ موضوع کی ابتداء ہوتی ہے آیت نمبر 168 سے ......

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَاتَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (168) اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (169) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَاعَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْكَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَايَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (170) وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّ م بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (171) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (172) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَاعَادٍ فَلَآاِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌرَّحِيْمٌ (173) اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآاَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا.اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّاالنَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ. وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (174) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَ الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ. فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (175) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ (176)

آیئے اب اس کا سادہ اور عمومی ترجمہ دیکھتے ہیں۔

اے لوگو جو چیز زمین میں حلال اور طیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (168) وہ تو تم کو صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم خدا پر وہ باتیں کہو جن کا تم کو علم نہیں (169) اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے نازل فرمایا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے باپ دادا کو پایا۔ خواہ ان کے آباء نہ تو کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہی ہدایت پر ہوں (170) اور کافروں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایسے بے ہنگم کو آواز دے جو دعا اور ندا کے سوا کچھ نہیں سنتا ہے۔ یہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس یہ عقل استعمال نہیں کرتے (171) اے اہل ایمان تم وہ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو رزق سے عطا کی ہیں کھاؤ۔ اور اللہ کے لئے شکر ادا کرو۔ اگر کہ تم اسی کے فرمانبردار ہو (172) اس نے تم پر صرف یہ حرام کیا ہے۔ المیتة ، الدم اور خنزیر کا لحم اور جو اس کے ساتھ غیر اللہ کے لئے پکارا گیا۔ پس جو بھی

اضطراری حالت میں ہو لیکن نہ تو وہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ ہی حد سے گزرنے والا ہو۔ تو اس پر کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ مغفرت کرنے والا رحمت فرمانے والا ہے(173) یقیناً جو چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ نے الکتاب سے نازل کی اور اس کے ذریعے تھوڑی قیمت وصول کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے پیٹوں کی آگ کھا رہے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اللہ قیامت کے روز نہ تو کلام کرے گا۔ اور نہ ہی ان کا تزکیہ کرے گا۔ اور ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔(174) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب خریدا۔ پس کیسا ہے ان کا آگ پر صبر کرنا(175) یہ اس وجہ سے کہ اللہ نے حق کی الکتاب نازل کی اور یقیناً جن لوگوں نے اس کتاب کے معاملے میں اختلاف کیا وہ شقاق (شق ہونے میں / علیحد گی میں) ہوگئے۔(176)

اب غور کیجئے ---------

2/168 ......میں دو چیزیں حلال اور طیب کو کھانے کا کہا گیا اور شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے منع کیا گیا۔

2/169 ...... میں شیطان کسی کھانے کا حکم نہیں دے رہا بلکہ دو چیزیں فحش اور برائی کا حکم دے رہا ہے اس لئے کہ اگر کھانے کا حکم ہوتا تو حلال کے مقابلے میں حرا م کھانا ہوتا۔ اور طیب کے مقابلے میں خبیث ہوتا جبکہ یہاں حلال وطیب کی جگہ فحش اور برائی کا ذکر ہے۔

2/170 ......اوپر جو نتیجہ نکلا اس کی تائید اس آیت سے ہوئی کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کی اتباع کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا خواہ ان کے آباء نہ تو عقل والے اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں۔

ہدایت یافتہ ہونا یا عقل استعمال کرنا تو کسی نظریاتی یا فکری بات کی طرف اشارہ ہے۔ کھانے کے لئے "اتباع" یعنی پیروی کا لفظ نہیں آیا کرتا۔

2/171 ......اس کے بعد کافروں کی مثال دی گئی اور کہا گیا کہ یہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں ۔

عقل رکھ کر بھی عقل کا استعمال نہ کرنا فکری اور نظریاتی حوالے سے تو ہوسکتا ہے جس میں آپ صحیح اور غلط کی تمیز کرتے ہیں غور وفکر سوچ بچار اور عقل وفہم کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کرتے ہیں۔ اگر یہ مسئلہ کھانے کا ہوتو مسلمانوں میں سے کتنے لوگ ہیں جو ہر کھانے سے پہلے غور وفکر یا عقل وفہم کا استعمال کرتے ہیں۔

2/172 ...... میں کہا گیا کہ اے اہل ایمان صرف وہ چیزیں جو بطور رزق تم کو دی گئی ہیں ان میں سے پاکیزہ ہی کھاؤ۔

2/173 ......میں وہ الفاظ آئے ہیں جن سے حرام اور حلال کی لسٹ تیار کی گئی یعنی مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ ذبح جس پر اللہ کے علاوہ کسی کا نام لے دیا جائے حرام ہے۔

مختصراً آیات 168سے لے کر 172 تک تو تمام نظریاتی بات ہوئی اچانک آیت نمبر 173میں کھانے سے متعلق حرام و حلال کی لسٹ آ گئی۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ 174سے پھر وہی نظریاتی بحث جاری ہے۔

2/174 ...... میں ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی کتاب سے چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت کا سودا کرتے ہیں (یعنی فتویٰ سازی، مسجد اور جماعت کے لئے چندے، وعظ و تقاریر کے بھاری بھاری معاوضے) تو ایسے لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں " يَـأْكُـلُـوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّاالنَّارَ ". کیا انصاری صاحب یہ بتا سکیں گے کہ اس آیت میں مفتی صاحبان ،مساجد کے مولوی صاحبان اور واعظین کس طرح آگ کھا رہے ہیں؟

2/175 ...... میں مزید وضاحت کی گئی کہ وہ لوگ جو مذہب کے ٹھیکیدار بن بیٹھتے ہیں یعنی جو اللہ نے اتارا ہے اسے تو چھپاتے ہیں اور اپنی خود ساختہ فقہ اور مسلک کے ذریعے لوگوں کو اللہ کی کتاب سے دور کرتے ہیں انہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب کا سودا کیا ہے یہ لوگ نہ صرف آگ کھا رہے ہیں بلکہ کھاتے ہی چلے جارہے ہیں۔ اس آیت میں بھی نظریاتی بات ہوئی کسی قسم کے کھانے کی بات نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ آگ کھانے کی بات ہے۔

2/176......میں اللہ نے ان تمام آیات کا نچوڑ بیان کیا ہے۔ ایسے لوگ جنہوں نے ......

(i) اللہ کی کتاب سے کچھ چھپایا

(ii) اس کے بدلے تھوڑی قیمت وصول کی یعنی اس کی جگہ خود فتوے دیئے، مسجد اور جماعت کے نام پر چندے لئے وعظ و تقاریر کے معاوضے لئے۔ ایسے لوگ وہ ہیں جنہوں نے الکتاب کے معاملے میں اختلاف کیا اور انہوں نے اللہ کے راستہ سے ایسی علیحدگی اختیار کی کہ بہت دور چلے گئے۔

آپ نے دیکھا کہ ان آیات میں جیسا کہ اوپر لکھا وحی الٰہی اور احکامات الٰہی کی بات ہو رہی ہے۔ ان آیتوں میں کفار کی روش کو آگ کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے کیا کبھی کسی انسان نے گیہوں اور دال سبزی کی بجائے آگ کھائی ہے؟ ان تمام آیات میں آگ کھانے سے مراد وہ نظریات ہیں جو انسانوں کو آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچا دیتے ہیں جس

سے بچانے کے لئے قرآن آیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 103۔ اگر یہاں کھانے سے مراد کھانا کھانا نہیں ہے بلکہ آگ کھانے سے مراد ان احکامات پر عمل درآمد کر کے ایسی معیشت وجود میں لانا ہے جو انسانوں میں خود غرضی پیدا کر دے تو پھر دوسری آیت میں بھی ذرا اس معنی کو رکھ کر دیکھ لیجئے معلوم ہوجائے گا کہ ''اَکَلَ'' کے معنی صرف منہ کے ذریعے پیٹ میں غذا کا ڈالنا ہی نہیں ہے۔ ہر وہ شخص آگ کھاتا ہے جو اللہ کی کتاب کی تحریف کرتا ہے۔ ایک بلند مقصد سے ہٹا کر دیومالائی قصے کہانی اور مذہب میں بدلتا ہے اور قوم کو دقیا نوسی داستانوں سے مردہ قوم بنا دیتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ

(i) ہر وہ شخص حرام کھاتا ہے جو انسانوں کو حیات آفرینی کے بجائے مردہ قوم بناتا ہے۔

(ii) ہر وہ شخص خون پیتا ہے جو دوسروں کی حق حلال کی کمائی اڑا لے جاتا ہے۔

(iii) ہر وہ شخص خنزیر کا گوشت کھاتا ہے جو خود غرضی میں اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اسے صرف اپنا آپ ہی نظر آتا ہے دوسروں کا خواہ اس سے کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہوجائے۔

(iv) اور یہ سب وہ کرتا ہے جو احکامات الٰہی کو معاشرہ کی بہبود کے بجائے ان میں تحریف کر کے مذہبی رنگ میں پیش کرتا ہے۔ یعنی احکامات الٰہی کو فوقیت دینے کی بجائے وہ احکامات اور فتوے صادر کرتا ہے جو انسانوں کے احکامات کو اللہ کے احکامات پر فوقیت دیتے ہیں۔

حلال و حرام کے حوالے سے جتنی بھی آیات ہیں وہ اپنے پیچھے کچھ مقصد لئے ہوئے ہیں۔ محنت کیجئے اور دیکھئے کہ ان الفاظ کے پیچھے ایک اصلاحی فلاحی معاشرہ موجود ہے۔

ان آیات سے کھانا مراد لے کر ''کُلُوا'' کا ترجمہ کھانا کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے دیکھو یہ حرام اور حلال کی لسٹ ہے۔ بہتر ہوگا کہ انصاری صاحب کے جملے یہاں نقل کر دیئے جائیں جن سے مولویوں کا مؤقف بھی سامنے آجائے گا۔ انصاری صاحب فرماتے ہیں......

''شیطان کی آڑ لے کر اس کی طرف داری کرتے ہوئے کہ وہ تو کبھی کھانے پینے کا حکم نہیں دیتا اپنا الو سیدھا کر لیا حلال کی ضد حرام ہے اور شیطان تو صرف برائی کا حکم دیتا ہے۔ اور حرام کھانا میرے خیال میں آپ کے نزدیک برائی نہیں ہے اس لئے شیطان اس کا حکم نہیں دیتا ہے آپ کے نزدیک کیونکہ وہ تو صرف برائی کا حکم دیتا ہے'' یعنی آیت نمبر 173 میں جو لسٹ دی گئی ہے اس کا حکم شیطان دیتا ہے۔ غذاء کے حرام و حلال ہونے کے حوالے سے قرآن کا حتمی اعلان سن لیجئے۔ سورۃ یونس کی آیت نمبر 59 میں ارشاد ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ

''پوچھو تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ نے جو تمہارے لئے رزق اتارا پھر تم نے اس میں

سے حرام اور حلال بنایا۔ ان سے پوچھو کیا اللہ نے تمہیں حکم دیا تھا یا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو"

یہ وہ حتمی اعلان ہے جس کے بعد کسی تاویل، کسی تطبیق کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس لئے آپ کو قرآن کے باقی تمام مقامات یعنی 2/173, 5/3, 6/145 اور 16/15 کو دوبارہ دیکھنا ہوگا۔

آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔"چونکہ کلو واشربوا اس پورے مرکب عطفی کا مطلب آپ نے علم حاصل کرو بیان کیا ہے لہذا لامحالہ خالی کلوا جہاں آئے گا تو اس کا مطلب لازماً آدھا علم حاصل کرو ہوگا اور جہاں خالی اشربوا آئے گا تو اس کا مطلب بھی آدھا علم حاصل کرو ہی ہوگا"

حقیقت صوم کے صفحہ نمبر 19 کی سطر نمبر 11 پر میں نے عرض کیا ہے۔"کلوا علم و شریعت کا حصول اور شرب اس پر عمل پیرا رہنے کا نام ہے"

اس کے بعد آپ نے قرآن کی آیات کا ترجمہ اسی خود ساختہ مفہوم کے تحت کیا ہے ۔ اصلاً آپ کا قصور بھی نہیں ہے یہ تو آپ کے اصلاف شروع سے کرتے چلے آ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ رسالتماب پر جھوٹ بول کر کہہ دیتے ہیں "او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم" یا جیسے رسول اللہ نے فرمایا ہوگا ۔

ایسے جملے تو آپ نے عموماً سنے ہونگے کہ علم کی پیاس تو کبھی بجھتی ہی نہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ آپ انبیاء کی پیاس کو بھی پانی کی پیاس ہی سمجھیں گے۔ چناچہ آپکو جہاں انبیاء اپنی قوم کی پیاس بجھاتے نظر آئیں گے تو وہاں آپ کو وہ کنویں اور نہریں کھودتے ہی ملیں گے۔

آخر میں انصاری صاحب آپ سے ایک سوال ہے کہ اگر قرآن میں کلوا اور اشربوا کا مطلب صرف اور صرف منہ سے کھانا اور پینا ہی ہے تو براہ مہربانی سورۃ البقرہ کی ان دو آیات کا ترجمہ تو فرما دیجئے.......

آیت نمبر 188 ......وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اور آیت نمبر 93 ...... وَاُشْرِبُوْا فِي قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ

شکریہ

(انصاری صاحب کے آخری خط کا جواب)

محترم انصاری صاحب تسلیم و آداب

آپ نے اپنے آخری خط میں ''فجر'' اور ''الفجر'' کا فرق بتانے کی کوشش کی ہے اور ''الفجر'' کو اصطلاحاً صبح کو طلوع ہونے والی فجر کے طور پر پیش کیا ہے۔ آگے آپ نے فجر کے بنیادی معنی بھی ارشاد فرمائے ہیں ۔ جی ہاں آپ نے بالکل صحیح فرمایا...... ''فجر کے بنیادی معنی (پانی کا بہہ) نکلنا'' جبکہ دیگر معنی (نالی کا) نکالنا ، بدکاری کرنا، واضح کرنا، تجاوز کرنا، جھوٹ بولنا ، مخالفت کرنا، رد کرنا اور صبح کو نکلنا بھی ہیں۔

اوپر بیان کئے گئے تمام معنی میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے مفہوم میں سورج کا طلوع ہونا، بدکاری کرنا اور تجاوز کرنا ایسے معنی ہیں جو کثرت سے استعمال ہونے کی وجہ سے اپنا ایک مفہوم متعین کر بیٹھے ہیں۔لیکن ان معنوں میں وہ معنی جو قرآن نے بیان کئے ہیں یعنی ''پھاڑنا'' نہیں ملتے ۔ آیئے الراغب الاصفہانی کی مفردات الفاظ القرآن سے حوالہ پیش خدمت ہے ۔ آپ کے پڑھنے کے لئے صفحہ کا عکس بھی پیش ہے تا کہ کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے ......

فجر: الفَجْرُ شَقُّ الشيء شَقًّا واسِعًا كفَجْرِ الإنسانِ السَّكْرَ، يقال فَجَرْتُهُ فانْفَجَرَ وفَجَّرْتُهُ فتَفَجَّرَ، قال ﴿وَفَجَّرْنَا الأَرْضَ عُيُونًا﴾ ﴿وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا﴾ ﴿فَتُفَجِّرَ الأَنْهَارَ﴾ ﴿تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الأَرْضِ يَنْبُوعًا﴾ وقُرِئَ تُفَجِّرَ. وقال: ﴿فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا﴾ ومنه قيل للصُّبْحِ فَجْرٌ لكونه فَجَرَ الليلَ، قال ﴿وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ وقيل الفَجْرُ فَجْرَانِ: الكاذِبُ وهو كَذَنَبِ السِّرْحَانِ، والصادِقُ وبه يتعلَّقُ حُكْمُ الصَّوْمِ والصَّلاةِ، قال: ﴿حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ والفُجُورُ شَقُّ سِتْرِ الدِّيانَةِ، يقال فَجَرَ فُجُورًا فهو فاجِرٌ، وجمعه فُجَّارٌ وفَجَرَةٌ، قال ﴿كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ﴾ ﴿وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ﴾ ﴿أُولَئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾ وقوله: ﴿بَلْ يُرِيدُ الإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ﴾ أي يريدُ الحياةَ ليتعاطى الفُجُورَ فيها. وقيل معناه ليُذْنِبَ فيها. وقيل معناه يُذْنِبُ ويقولُ غدًا أتوبُ ثم لا يفعلُ فيكونُ ذلك فُجُورًا لبذله عهدًا لا يَفِي به. وسُمِّيَ الكاذِبُ فاجِرًا لكونِ الكذبِ بعضَ الفُجُورِ. وقولهم: ونَخْلَعُ ونَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ أي مَنْ يُكَذِّبُكَ وقيل مَنْ يتباعَدُ عنكَ، وأيامُ الفِجارِ وقائعُ اشتدَّتْ بينَ العرب.

مفردات الفاظ القرآن صفحہ ۳۸۷

ملاحظہ فرمایئے کہ اس میں صبح کے لئے "فجرٌ" کہا گیا ہے نہ کہ "الفجر"......"قیل للصبح فجر"۔ ورنہ 'فجر' کی نکرہ ہو نہیں سکتی اور 'الفجر' کو ہی نکرہ ماننا پڑے گا جو خلاف لغت ہوگا۔

آپ نے جو سورۃ النور کی آیت نمبر 58 "من قبل صلوۃ الفجر" کا حوالہ دے کر پوچھا ہے کہ ......بتایئے کہ یہ روزانہ نکلنے والی فجر ہے یا اس کے کوئی اور معنی متعین کرنے پڑینگے کیونکہ اس میں بھی لام تعریفی لگا ہوا ہے؟ آگے آپ فرماتے ہیں کہ ...... جی نہیں اور کوئی معنی اس کے ہو ہی نہیں سکتے عربی لغات اور قرآن مانع ہے اس کے اور کوئی معنی لینے سے۔

انصاری صاحب اگر تو صلوۃ الفجر سے آپکی مراد صبح کی نماز ہے تو جناب جب ہم نماز کو ہی قرآن میں نہیں پاتے تو صبح کی نماز کہا سے آگئی (تفصیل کے لئے میری کتاب "حقیقت صلوٰۃ" ملاحظہ فرمالیجئے)۔

آپ کی پیش کردہ سورۃ النور کی اس آیت میں چند باتیں آپ کے لئے بھی غور طلب ہیں یہاں مختصراً عرض کردوں کہ اس آیت کی ابتداء ہوتی ہے ......

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ط

اے اہل ایمان چاہئے کہ تمہارے غلام اور وہ جو بردباری کو نہیں پہنچے (یعنی بچے) تم سے تین اوقات میں اجازت لیں (عمومی ترجمہ)

اس آیت میں غور کرنے کی بات ہے کہ وہ لوگ جو غلام ہیں اور جو بچے ہیں تمہارے پاس آنے سے پہلے اجازت لے لیں۔ اول تو اس ترجمہ سے اسلام میں غلام رکھنے کی اجازت مل گئی جو انتہائی قبیح فعل ہے۔ اگر اسلام میں انسانوں کی خرید و فروخت جائز ہے تو کون ہوگا جو ایسے اسلام کو قبول کرے گا۔ بلکہ ہر سلیم الفطرت مسلمان بھی اس فقہی اسلام سے مشکوک ہو جائے گا۔

دوسرا پہلو اس آیت میں" لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ...... جو تم میں سے بردباری کو

نہیں پہنچے" اس بات پر دلالت کررہا ہے کہ یہ ایسے لوگوں کا اجتماع ہے جو بڑی عمر کے لوگ ہیں ۔"مِنۡكُمۡ ...... تم میں سے" صاف بتا رہا ہے کہ یہ بچے نہیں ہو سکتے ۔ یہ تو عاقل و بالغ لوگوں کی محفل ہے جس میں بردبار لوگ ہی شریک ہونگے۔ اگر بچے کہنا مقصود ہوتا تو اطفالکم کا لفظ زیادہ موزوں تھا۔

مزید آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ مرد و زن کے تنہائی کے اوقات بھی نہیں ہیں کیونکہ لفظ الۡحُلُم یعنی انسان کا حلیم ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ سیدنا ابراھیم کے لئے کہا گیا " ان ابـراھیـم لاوہٌ حلیمٌ یقیناً ابراھیم نرم دل بردبار تھا" اور اللہ نے خود اپنے لئے حلیم کی صفت بار ہا جگہ ارشاد فرمائی ہے۔

یہ مثالیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ محفل ایسے اہل ایمان افراد پر مشتمل ہوگی جو نہایت عاقل ، بالغ اور بردبار ہونگے۔ اس محفل میں ایسے لوگ نہیں آئیں گے جو بردبار نہ ہوں۔ یعنی وہ لوگ جو ابھی عقل وفکر اور سمجھ بوجھ میں بردبار نہیں ہیں۔ اور ایسے لوگ ہی کسی نظام کو چلانے اور اس کے آئندہ کے لائحہ عمل کو متعین کرنے کے اہل ہوتے ہیں۔ اس لئے "مِنۡ قَبۡلِ صَلٰوةِ الۡفَجۡرِ" یعنی ایسا نظام جس کی تمام تر خصوصیات الفجر کی ہوں متشکل ہونے سے پہلے جو لائحہ عمل طے کرنے کے لئے مجالس ہونگی اس میں صرف بردبار ، عاقل اور بالغ لوگ ہی شریک ہونگے۔

انصاری صاحب آپ نے اپنے اس خط میں قرآن کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے ۔ آپ ہی کے الفاظ پیش ہیں......

"اگر زبان کے قواعد اور قرآن کی تصریفات سے کام لیا جائے اور علمی بد دیانتی نہ کی جائے تو اس کے کوئی دوسرے معنی کئے ہی نہیں جا سکتے سوائے اس کے جو یہ خود چاہتا ہے۔"

جناب آپ نے بے شک درست فرمایا ۔ اگر آپ خود اپنے اس دعوے پر غور کر لیتے تو شائد آپ کو اتنے طویل خط لکھنے ہی نہ پڑتے ۔ آیئے اب آپ کو زبان کے قواعد اور قرآن کی تصریفات کی روشنی میں الـفـجـر کا مفہوم دکھاتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ کس طرح علمی بددیانتی سے الفجر کو ایک عامُ صبح' بنا دیا گیا۔

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 78 میں بھی الفجر کا لفظ کچھ اس طرح وارد ہوا ہے......

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ط

یہاں قرآن الفجر سے مراد صبح کو قرآن پڑھو(عمومی ترجمہ) لیا جاتا ہے جو بڑی ہی مضحکہ خیز بات ہے۔ اب تو ہر فرقے نے مان لیا ہے کہ قرآن صرف پڑھنے کی کتاب نہیں بلکہ سمجھنے کی کتاب ہے اور صرف صبح کو ہی نہیں بلکہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھنے کی کتاب ہے۔

زبان کے قواعد

"قرآن الفجر" مرکب اضافی ہے اردو میں اس کا ترجمہ ہوگا "الفجر کا قرآن" الفجر کا ترجمہ آپکے پیش کردہ اصول کے مطابق اگر 'صبح' کیا جائے تو ترجمہ ہوگا 'صبح کا قرآن' یہاں سوال پیدا ہوگا کہ پھر دوپہر کا قرآن اور شام کا قرآن کہاں ہے؟ اور اگر قرآن الفجر سے "صبح کو پڑھنے والا قرآن" کا مفہوم لیا جائے تو سوال پیدا ہوگا کہ صبح کے علاوہ دوسرے اوقات میں کون سا قرآن پڑھا جائے گا؟ اس لئے یہاں 'الفجر......صبح' کے معنوں میں تو آ ہی نہیں سکتا۔ البتہ ہر ادب میں الفجر یا The Dawn معاشرے میں نئی تبدیلی کے معنوں میں ضرور استعمال ہوتا ہے۔ ہر معاشرے میں مثبت تبدیلی کو ایک نئی صبح یا سورج کے طلوع ہونے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اسی لئے ایسی ہی نئی صبح کی بات کی گئی ہے جسکو ہمیں قائم کرنا ہے۔ خدا نے ہمیں نئی امید سے بھرپور، نئی صبح کی وعید کے ساتھ اپنے احکامات دیئے ہیں کہ انہیں قائم کرو۔

قرآن کی تصریفات

محترم انصاری صاحب صلوۃ الفجر اور قرآن الفجر میں 'الفجر' سے مراد کوئی عام صبح نہیں ہے ۔ آیئے دلیل کے طور پر آپ کو سورۃ الفجر کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں ۔ سورۃ کی ابتداء ہو رہی ہے......

وَالۡفَجۡرِ ٥ وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ٥ وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ٥ وَالَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ ٥ هَلۡ فِیۡ ذٰلِکَ

قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ o

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی اور رات کی جب چلے۔ کیا اس میں عقل والوں کے لئے قسم ہے؟ (عمومی ترجمہ)

علمی بدیانتی

اس ترجمہ میں پہلی بات یہ کہ لَیَالٍ عَشْرٍ کا ترجمہ دس راتیں ہی غلط ہے۔ مرکب اعدادی میں ہمیشہ عدد پہلے ہوتا ہے اور معدود بعد کو اس مرکب میں اگر عشر کو عدد لیا جائے تو معدود پہلے اور عدد بعد کو ہے۔ جو نحوی اصول کے خلاف ہے دس راتوں کی عربی عشرۃَ لَیَالٍ ہوتی ہے۔

لَیَالٍ عَشْرٍ مرکب توصیفی ہے جس میں موصوف لَیَالٍ اور صفت عَشْرٍ ہے۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے مرکب توصیفی میں موصوف پہلے اور صفت بعد کو آتی ہے۔ مثلاً رَجلٌ عالِمٌ اور وَلَدٌ حسنٌ وغیرہ۔ اسی طرح لَیَالٍ عَشْرٍ میں لیال موصوف ہے اور عشر صفت ہے۔ یعنی ایسی راتیں جن کی صفت عشر ہے۔

اب آپ ان آیات کا ترجمہ خود کر کے دیکھئے کہ الفجر کوئی عام صبح ہو ہی نہیں سکتی اور نہ ہی راتوں کی تعداد دس ہوگی۔ لَیَالٍ عَشْرٍ کا سیدھا سا ترجمہ ہوگا۔ ''راتیں جن کی صفت عشر ہے''۔ یعنی الفجر اور عشرت زدہ راتوں کی گواہی کے بعد کسی ایسی بات کی گواہی دی جا رہی ہے جو اکیلی اور یکتا ہے جس کے مقابلے میں بہت سارے شفاعت یا شفیع ہیں اور پھر ایسی رات کی گواہی دی جا رہی ہے جو ''چلتی'' ہے۔

دیکھئے سورۃ کی ابتدا الفجر اور لَیَالٍ عَشْرٍ کے تقابل سے ہو رہی ہے اور پھر شفع اور وتر کے تقابل کے بعد لیل کے متعلق کہا گیا کہ وہ لیل بھی گواہ ہے جو چلتی ہے۔ اس کے بعد سوال کیا گیا کہ کیا عقل والوں کے لئے ان میں کوئی گواہی نہیں ہے؟

...... آخر یہ کس بات کی قسم کھائی جا رہی ہے اور کس بات کی اہل عقل سے پوچھ ہو رہی ہے اور یہ تقابل کیوں پیش کیا گیا؟

اس کے بعد عاد، ثمود اور فرعون کا ذکر کیا گیا۔ عاد، ثمود اور فرعون کا الفجر

اورلیــال عشر سے کیا تعلق اور شفع اور وتر سے کیا نسبت ؟ کس بات کے لئے عاد ،ثمود اور فرعون کو بطور دلیل پیش کیا جا رہا ہے ۔ ان ظالموں پر رب کا کوڑا کیوں برسا ؟

...... غور کرنے کی بات ہے اس سزا کا تعلق الفجر اور لیال عشر سے کیا ہے ؟

آ گے مزید دو طرح کے انسانوں کا تقابلی ذکر کہ ایک وہ انسان جس پر انعام و اکرام ہوا اور دوسرا وہ جس پر ذلت و خواری تھوپی گئی۔

...... یہ تقابل کیوں کیا جا رہا ہے؟

جس پر ذلت و خواری تھوپی گئی وہ اس وجہ سے کہ انہوں نے یتیم کی کوئی خاطر نہیں کی اور نہ ہی مسکین کو طعام کی ترغیب دی۔ ایسے اشخاص کے لئے ایسے عذاب کی وعید ہے جس کی مثال نہیں ملے گی۔ لیکن اس کے برعکس ایک نفس مطمئنہ کو جنت کی خوشخبری دی گئی۔

...... یہ دو طرح کے انجام کا تقبال کس دعوے کی دلیل ہے ؟

مختصراً عرض ہے کہ شروع کی آیات میں الفجر کا تقابل لیال عشر سے آیا ہے۔ بیچ میں عاد ثمود اور فرعون کی بابت بتایا گیا۔ پھر دو انسانوں کا تقابل کیا گیا۔ ایک کو عذاب سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ وہ انسانوں کی خیر خواہی نہیں کرتا ۔ اس کے مقابلے پر دوسرے انسان کو انعام و اکرام سے نوازا گیا اور اسے نفس مطمئنہ کہا گیا۔ جو جنت میں داخل ہوگا۔

محترم انصاری صاحب کہیں " الـفـجـر " وہی معاشرہ تو نہیں جو یکتا ہوتا ہے جس کے مقابلے میں بہت سارے معاشرے تو ہوتے ہیں لیکن سب میں اندھیری رات کے ظلمات ہوتے ہیں۔ لیــال عشــر وہ معاشرہ تو نہیں جس میں عیش و عشرت میں پڑے عاد و ثمود اور فرعون انسانیت پر ظلم ڈھاتے رہتے ہیں۔ لیکن اس رات کو بھی آ خر چلے جانا ہے کیونکہ خدا کے عذاب کا کوڑا جب برستا ہے تو سب خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس نفس مطمئنہ کے لئے جنت کی خوشخبری ہے۔

محترم انصاری صاحب الـفـجـر وہی جنتی معاشرہ اور اس معاشرے کے اصول ہیں جہاں نفس مطمئنہ اطمینان سے رہے گی ؟ اور لیــال عشــر سے مــراد فرعونی معاشرے ہے جہاں ظلم اور زیادتی ہوتی ہے عیش و عشرت ہوتی ہے۔

اگر قواعد سے انحراف اور علمی بدیانتی نہ کی جائے اور اس سورۃ کو ہی تصریف کے طور پر دیکھ لیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ الفجر کیا ہے۔

آپ نے اپنے خط میں حسب معمول دوسرے لوگوں کی طرح شخصی اعتراضات کئے ہیں اور میری پڑھائی کا پوچھا ہے۔ عرض ہے میں جو ہوں جیسا ہوں میری تحریر آپ کے سامنے ہے۔ نہ تو میں نے کبھی عاقل ہونے کا دعوی کیا اور نہ ہی کبھی عالم ہونے کا۔ آپ تو علماء کی صف میں کھڑے ہیں۔ اگر ہم جیسے جاہل لوگ قرآن سے کچھ حاصل کر سکتے ہیں تو آپ جیسے عالم و بالغ تو اس میں سے وہ ہیرے و جواہرت نکالنے میں دقت محسوس نہیں کرینگے جن کو احادیث اور فقہ نے دبیز پردوں میں چھپا دیا ہے۔ آپ کا اس سمت میں ایک قدم ہمارے سینکڑوں میل کے سفر پر ہاوی ہوگا۔

یہ آپ کے آخری خط کا جواب ہے اس لئے کچھ مجھے بھی کہنا ہے ۔ میں تو ایک عام سا آدمی ہوں۔ جو صرف ونحو اور لغات کی بنیاد پر بات کرتا ہوں۔ سرسید احمد خان نے ہندوپاک میں قرآن کو سمجھنے کے لئے عقل کے استعمال کی ترغیب دی جس کی وجہ سے ان پر کفر کا فتوی لگا پھر مولانا مودودی، استاد امین احسن اصلاحی محترم علامہ پرویز صاحب آئے اور انہی لوگوں کی راہ پر ہم نے قدم بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے کہ ہم کو ان کی بات میں تقلید کی بجائے تحقیق نظر آئی اور انہوں نے بھی اپنے آپ کو کبھی عقل کل نہ جانا۔

آپ کا سوالنامہ جواب کے لئے اس لئے پسند کیا کہ اس میں لغات کی بحث نظر آئی تھی ورنہ مجھے لاعلم اور جاہل کہنے والے تو بہت ہیں۔ آپ نے بھی خوب گوہر فشانی فرمائی ہے جس کی وجہ سے میرے لہجے میں بھی کہیں تلخی آ گئی جو کہ میرا مزاج نہیں ہے۔ آخر میں لیکن سب سے اہم بات کہ میرے قلم سے جو آپ کی شان میں لغزش ہوئی اس کی معافی چاہتا ہوں اور آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بہت کچھ سیکھنے کا موقعہ عطا کیا۔

شکریہ۔

ڈاکٹر قمر زمان